© rasailojaraid.com

تحریک اہل حدیث .... الحرکۃ السلفیہ

مولانا مفتی محمد عبدہ الفلاح وفقہ اللہ

عالم اسلام میں اچھی اور بری تحریکیں اٹھتی اور مٹتی رہی ہیں۔ بعض تحریکوں کی دہشت گردی سے حکومتیں بھی متزلزل ہوتی رہیں۔ حسن بن صباح اور حشیشین کا اتنا بڑا رعب تھا کہ بادشاہان وقت بھی رات کو اپنے خواب گاہوں میں بے چین اور مضطرب نظر آتے۔ ان کے بالمقابل تحریکات صالحہ بھی اپنے اثرات سے صدیوں تک دلوں کو متاثر کرتی رہیں اور لوگ طوعا و کرھا ان تحریکوں سے تعاون کرتے رہے۔

تحریک اعتزال نے .... جو ایک نظریاتی تحریک تھی .... مامون الرشید عباسی تک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور یہ فتنہ متوکل علی اللہ کے دور تک "آئمہ سنت" کے لئے وبال جان بنا رہا۔ احمد بن حنبل اور ان کے رفقاء حق گوئی کی وجہ سے مصائب و آلام میں مبتلا رہے ۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی پامردی کو دیکھ کر بڑے بڑے علماء پکار اٹھے۔ فاز احمد و خیرنا۔ اور انہوں نے حالات کی ناہمواری اور عدم مساوات کا اعتراف کیا۔ رحمھم اللہ تعالی۔

دوسری طرف فتنہ روافض تھا جس نے اہل بیت کی محبت کو اساس بنا کر مسلمانوں میں ذہنی اضطراب پیدا کیا اور ان کے ردعمل میں خارجی تحریک وجود میں اٹھی جو اہل بیت کے بغض میں آخری حدود پھلانگ گئی مگر اہل سنت نے ان فرقوں کے مقابلہ میں ہمیشہ اعتدال کی راہ اختیار کی۔

توحید باری تعالی کے باب میں معتزلہ' جہمیہ وغیرھم نے صفات باری تعالی کا انکار کرکے تعطیل کی راہ اختیار کی اور توحید باری تعالی کا سلبی تصور لوگوں کے سامنے پیش کیا ان کے بالمقابل مجسمہ تشبیہ کے قائل ہو گئے۔ مگر آئمہ اہل سنت نے توحید کے مسئلہ میں ان کا رد کیا۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں کتاب التوحید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا عنوان قائم کر کے آیات و احادیث سے مسئلہ صفات کو نکھار کر رکھ دیا ہے اور کتاب خلق افعال العباد میں اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا اور صفات کی حقیقت کو تسلیم کر کے تفویض کی راہ اختیار کی۔

الغرض جتنی کلامی اور بدعی تحریکات وجود میں آئی۔ اہل سنت اور آئمہ سلف نے کتاب و سنت سے دلائل مہیا کر کے ان فتنوں کا مقابلہ کیا اور موثر طور پر ان کا رد کیا۔

اس دور میں متکلمین اہل سنت (اشاعرہ اور ماتریدیہ) کی حالت قابل رحم تھی جو نہ معتزلہ کا ساتھ دے سکے اور نہ ان کا توڑ پیش کر سکے۔ حافظ ابن قیمؒ نے خوب کہا ہے: لا للاسلام نصروا ولا للفلاسفۃ کسروا۔ یہی نہیں بلکہ جب آئمہ حدیث نے ہی ان فلاسفہ کا تار پود بکھیر دیا اور یونانی فلسفہ کے وکیل مقدمہ ہار گئے تو آئمہ حدیث نے ان پر جارحیت کی اور اعتزال و جہمیت جیسی تحریکات اپنی موت آپ مرگئیں۔ اس طرح باطل تحریکات کے سیلاب آتے اور مٹتے رہے۔ فاما الزبد فیذہب جفاء و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔

اس سارے عرصہ میں سلفی تحریک بدستور اپنا مشن چلاتی رہی۔ اس تحریک میں جامعیت اور ثبات تھا۔ اس کے عاملین ہر دور میں وقتی حالات کے تقاضوں کے مطابق کام کرتے رہے اور مقصد کو سامنے رکھ کر تحریک چلاتے رہے۔

چنانچہ دیکھتے ہیں کہ محدثین نے اپنے دور کے حالات کو سامنے رکھ کر نہایت جانفشانی سے حدیث کے ذخیرہ کو مستند طریقہ سے نہ صرف جمع کیا بلکہ اس وقت کے اہل الداعی اور معتزلہ کے سامنے ایک حصار قائم کر دیا اور ضاقت بھم الارض بما رحبت کی کیفیت پیدا کر دی اور پھر ہمارے اسلاف نے صرف تصنیف و تالیف پر ہی اکتفاء نہیں کی بلکہ عملی طور پر بھی اہل بدعت سے نبرد آزما رہے۔ مگر اس کے ساتھ مسلمانوں کو متحد رکھنے کی کوششیں بھی کیں تاکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیرونی حملوں سے اسلام کی سیاسی قوت کو تباہ ہونے سے بچایا جاسکے۔

یہ وہ دور اندیشیاں تھیں جن کی وجہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ جیسے بحر ذخائر کو بار بار جیل جانا پڑا اور پھر بوقت ضرورت اسی حکومت کی حمایت میں ایک سپاہی کی طرح میدان کارزار میں داد شجاعت دیتے نظر آتے ہلاکو اور چنگیزی فوجوں کے سامنے سینہ سپر رہے۔

یہ اعتدال مزاجی کے وہ عظیم کارنامے ہیں اور فوق العادۃ کام جو کہ شاید آئمہ حدیث اور علماء سنت کا ہی حصہ تھا۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تحریک اہل حدیث ایک معمر اور قدیم ترین تحریک ہے۔ صحابہ اور تابعین کے بعد اس تحریک کے معتمدین میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل ایسے آئمہ نظر آئے ہیں اور ان کے بعد وہ محدثین ہیں جن کے سرخیل امام بخاریؒ تھے۔ ان آئمہ نے اعتزال و بدعت اور رائے و قیاس پر مبنی تحریکوں کا محاسبہ کیا امام شافعی نے "الرسالہ" لکھ کر اہل الرای اور معتزلہ کے منہ میں لگام دے دی اور اصولی لحاظ سے تحریک اہل حدیث کو زندگی بخش دی۔

تحریک اہل حدیث نہ تو دوسری تحریکوں کی طرح وقتی تحریک تھی اور نہ ہی احوال و ظروف کی پیداوار بلکہ اہل حدیث کا مقصد پورے اسلام کی خدمت رہا ہے اور اب بھی ہم اس مقصد کیلئے رواں دواں ہیں۔

پاک و ہند میں تحریک اہل حدیث

پاک و ہند میں اس تحریک کے بیج اس وقت سے پڑ چکے تھے جبکہ مسلمانوں کا پہلا قافلہ فاتحانہ حیثیت سے ساحل ہند پر وارد ہوا اور پھر محدثین نے علم و حدیث کی نشر و اشاعت اور عمل بالحدیث کو رواج دیتے رہے۔ آل تیمور کے بعض فرمانرواؤں کی کوتاہ اندیشیوں نے دو فتنے پیدا کر دیئے۔ ایک طرف تو ایرانی امراء کو سلطنت میں اقتدار حاصل ہو گیا اور رفض و تشیع کو کھل کھیلنے کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مواقع میسر آ گئے اور دوسری طرف ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے ان کی بہت سی مذہبی رسوم کو علی الاعلان شرف قبولیت بخش دیا گیا۔ بالاخر ان دو فتنوں سے جو سیلاب آیا اس نے تیموری سلطنت کو تباہ کرکے رکھ دیا۔

الغرض اکبری فتنوں کا یہ سیلاب کس قدر تباہ خیز تھا۔ حکومت کا لادینی جذبہ اہل حق کیلئے کس قدر مصیبت خیز تھا اس دور میں اعراس و موالیہ کو اہل باطل نے اسلام کے بنیادی جذبہ میں داخل کر دیا تاہم اہل حدیث نے ان بدعات پر کڑی نظر رکھی۔ رسوم شرکیہ اور رفض و تشیع کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مجدد الف ثانی کے بعد شاہ ولی اللہ کے خاندان نے اس منصب کو سنبھالا اور آخری تدبر کے لئے شاہ شہید کو منتخب کیا اور انہوں نے بیک وقت سیاسی اور اصلاحی تحریک کے بوجھ کو اٹھایا۔

اس تحریک کے سامنے دو مقصد تھے سب سے اہم مقصد تو ہندوستان میں دینی حکومت کا قیام تھا اور دوسرا مقصد عملی اور نظری بدعات کے خلاف جہاد تھا۔

ان مقاصد کے اعتبار سے یہ تحریک یک گونہ نجدی تحریک سے ہم آہنگ تھی جو کہ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نے اٹھائی تاہم ان دونوں تحریکوں میں باہم کوئی رابطہ نہ تھا۔ وہاں تحریک ایک اصلاحی تحریک تھی اور سیاسی قوت کا حصول اس کی ضرورت بن گیا تھا مگر شاہ شہید کی تحریک اصل میں تحریک جہاد تھی۔

ہندی سنی مسلمان اس وقت نیم شیعہ بن چکے تھے اور ان کے گھروں سے تعزیہ کے جلوس نکلتے۔ عشرہ محرم کا سوگ منایا جاتا' قبر پرستی زوروں پر تھی' ارکان اسلام عموماً متروک تھے' قبور و مشاہد کے طواف حج بیت اللہ کا نعم البدل سمجھے جاتے۔ قرآن کے ترجمہ پر شاہ ولی اللہ جن مصائب سے دوچار ہوئے وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعلیمی اداروں میں تمام تر زور منطق و فلسفہ کی دراست پر صرف ہوتا علوم سنت قطعاً متروک تھے یوں سمجھئے کہ طاغوتی طاقتیں سارے معمورہ عریاں رقص کناں تھیں اور ہندوستان میں عوام کی یہ حالت نجد و حجاز کی اس حالت سے مختلف نہ تھی جبکہ شیخ الاسلام نے اپنی اصلاحی تحریک کا آغاز کیا۔

ان حالات میں نظام اسلام کے قیام کیلئے شاہ شہید نے حضرو نے نفری جنگ لڑی۔ اس میں بظاہر ناکامی ہوئی لیکن اس کے اثرات دور رس ثابت ہوئے۔ بقیۃ السلف مجاہدین اور سلفی نظریات کے حامل لوگ ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گئے۔ انگریز نے عیارانہ طور پر تحریک کا تعاقب کیا اور حالات نے تحریک کو انڈر گراؤنڈ ہونے پر مجبور کر دیا۔ انگریزی حکومت کے تشدد کی وجہ سے ہمارے بعض علماء نے دوسروں کی دیکھا دیکھی انگریزوں سے بظاہر تعاون بھی کیا تاکہ تشدد اور سخت گیری سے بچ جائیں۔

اس وقت کی لادینی تحریکوں نے دین کے لباس میں انگریزوں سے تعاون کیا۔ قادیانی اور بعض دوسرے علماء انگریز کے مرثیہ خوان بن گئے اور اہل حق کی چغلوری کو اپنا شعار بنا لیا۔

حضرت الاستاذ العلامہ محمد اسماعیل سلفی مرحوم اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں: ۱

> نصف صدی کی یہ کوششیں یقیناً ان فتنوں کے دفاع میں مفید ثابت ہوئیں ورنہ انگریز بہادر کی عطا کردہ نبوت آج ایک مصیبت کبریٰ بن چکی ہوتی۔ (الاعتصام ۱۹۵۶ء)

آج پاک و ہند میں اسلامی تہذیب کے بقیات صالحات اگر موجود نظر آتے ہیں تو یقیناً وہ صرف علمائے کرام اور اسلامی درسگاہوں کی بدولت موجود ہے اگر ۱۹۵۷ء کے انقلاب کے بعد یہ چھوٹے بڑے دینی مدارس قائم نہ کئے گئے ہوتے اور اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل وکرم اور اس کی تائید و نصرت ان علمائے ربانیین کے شامل حال نہ ہوتی تو اسلامی تہذیب و تمدن کب کا انگریزی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یونیورسٹیوں میں ذبح ہو چکا ہوتا اور ڈھونڈنے سے بھی اس کا سراغ نہ ملتا۔ مگر یہ دینی مدارس اور ان کے فیض یافتہ طلباء اور علماء کا یہ فیضان ہے کہ اسلامی تہذیب و تمدن اور شعائر اسلامی کا جذبہ اور ان کا احترام کم از کم عوام کے دلوں میں باقی رہ گیا ہے۔

۱۸۵۷ء کا دور مسلمانوں کے لئے صبر آزما دور تھا مگر علمائے حق کے مقدس گروہ نے اس نازک ترین دور میں یکسر نامساعد حالات میں عیسائیوں مشنریوں کا مقابلہ کیا اور کتاب و سنت کی تعلیم و تدریس کیلئے ایسی درسگاہیں قائم کیں جن میں ملک کے اطراف و اکناف سے ہی نہیں بلکہ بیرون ملک سے تشنگان علم آتے رہے اور ان چشمہائے ہدایت و بصیرت سے سیراب ہو کر اور ابر رحمت بن کر اپنے گھروں کو لوٹتے رہے۔ اس دور میں علماء نے اپنی ایمانی بصیرت سے بھانپ لیا تھا۔ کہ اگر ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اسلامی علوم و فنون کے قلعے نہ بنائے گئے تو دشمن ہمیں تہس نہس کرکے رکھ دے گا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ کی درسگاہ جو شاہ اسحاق تک قائم رہی اور ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد سید نذیر حسین دہلوی المعروف "میاں صاحب" نے اسے قائم رکھا میاں صاحب کی اس درسگاہ نے مصنفین' مدرسین اور مناظرین کے متنوع گروہ پیدا کر دیئے مولانا سلفی مرحوم اپنے ایک خطاب میں اس درسگاہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہندوستان میں تحریک دینی اور اقتصادی حیثیت میں اگرچہ پہلے موجود تھی لیکن یہ تحریک تعلیمی حیثیت سے حضرت میاں صاحب (شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی) علیہ الرحمہ کی مرہون منت ہے۔ حضرت میاں صاحبؒ نے اپنے اخلاص سے تعلیمی و تدریسی میدان میں وہ کام کر دکھایا کہ آج بڑی سے بڑی جماعت بھی وہ کام نہیں کر سکتی۔ حضرت میاں صاحب کا درس کیا تھا ایک بحر بے پایاں کہ عرب و عجم سے تشنگان علوم نبویہ اس شیریں گھاٹ پر وارد ہو رہے تھے اور نہ صرف یہ کہ اپنی علمی پیاس بجھاتے بلکہ اپنے اپنے ظرف کے مطابق آب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حیات بھر لے جاتے۔ حضرت میاں صاحب نے اپنی تمام تر زندگی صبح سے شام تک علوم نبویہ کی تدریس میں بسر کر دی۔ اس کے بعد پنجاب میں انہیں کے فیض یافتہ حضرات غزنی اور حافظ عبد المنان وزیر آبادی نے اس مہم کو نہایت خوبی اور جانفشانی سے سرانجام دیا اور پھر لکھنوٴ کے ضلع فیروز پور مشرقی پنجاب میں حافظ محمد لکھوی مرحوم نے علوم کتاب و سنت کی خوب نشرو اشاعت کی یہ جو کچھ ہے انہیں بزرگوں کے باقیات صالحات سے ہے اور انہی کے اشجار طیبہ کی شاخیں ہیں۔

اس سے ہمیں سمجھ لینا چاہئے کہ اگر ہم کتاب و سنت کی اشاعت کرنا چاہتے ہیں تو دینی مدارس کے تحفظ و بقا کی طرف توجہ دینا ضروری ہے اور ان مدارس کی جس قدر کل ضرورت تھی آج اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

دوسری طرف تبلیغ اسلام اور غیر مذاہب کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم اور ان کے رفقاء سے جو کام لیا وہ مولانا محمد حسین گورداسپوری کے بعد جماعت کی عزت و ناموس کو بلند کرنے میں خاص امتیاز رکھتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر ان حالات میں شیخ الاسلام امرتسری کی شخصیت نہ ہوتی تو نہ جانے آج حالات کیا ہوتے۔

نشاۃ ثانیہ

تقسیم ہند کے بعد حالات یکسر تبدیل ہو گئے اور ملک میں جس قدر دینی مدارس تھے خصوصاً پنجاب میں ... فسادات کی نذر ہو گئے۔ علوم و فنون کے ماہر علماء فسادات میں شہید ہو گئے۔ اس صورت حال سے متاثر ہو کر جماعت کے اکابر اور درد دل رکھنے والے علماء لاہور میں جمع ہوئے اور ۱۹۴۸ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی اور تحریک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہل حدیث کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز کیا گیا۔

پھر ۱۹۴۹ء کو لاہور میں پہلی کانفرنس زیر صدارت مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی منعقد کی۔ اس کانفرنس میں استقبالیہ کی نمائندگی مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم نے کی تاہم حالات کی ناسازگاری کے سبب ایسی کانفرنس کا حلقہ اثر و نفوذ تو وسیع نہ ہو سکا لیکن مستقبل میں جماعت کے لئے ایک اساس ضرور قائم ہو گئی۔

پھر جماعتی کاموں میں نشاط اور تازگی پیدا کرنے کے لئے اگست ۱۹۵۲ء کو رکن سازی کی مہم شروع کی گئی۔ اس میں نمایاں کامیابی ہوئی اور جماعت کسی حد تک منظم ہو گئی۔ ۱۹۵۴ء کو ملتان کانفرنس کا انعقاد زیر صدارت مولانا محمد علی قصوری عمل میں آیا۔ درحقیقت یہ کانفرنس خطابت اور قرار دادوں' عزم و ہمت کے اظہار' نظم و کارکردگی کے اعتبار سے بے مثال کانفرنس تھی۔

فیصل آباد کانفرنس اور جامعہ سلفیہ کی تاسیس

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تاسیس کے ساتھ ایک مرکزی درسگاہ کا جذبہ اکابرین کے دلوں میں انگڑائیاں لیتا رہا۔ بالآخر فیصل آباد کانفرنس ۵ اپریل ۱۹۵۵ء کو موجودہ جگہ پر اس کی اساس رکھ دی گئی۔ اس تقریب سعید میں مولانا محمد داؤد غزنوی صدر مرکزی جمعیت' مولانا محمد اسماعیل سلفی ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت' امیر المجاہدین صوفی محمد عبد اللہ اوڈانوالہ' قدوۃ السالکین میاں محمد باقر آف جھوک دادوں اور حکیم نور دین صاحب فیصل آباد شامل ہوئے۔ مولانا مرحوم سلفی ناظم اعلیٰ نے اس موقع پر ایک پرمغز خطاب فرمایا۔ اس میں مرحوم نے جامعہ کی غرض و غایت اور پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

> پاکستان میں جماعت کے اکابر علماء نے جب تنظیم کا کام شروع کیا تو قحط الرجال کو محسوس کرتے ہوئے ایک اعلیٰ معیاری درسگاہ کا قیام ضروری سمجھا اور اسے اپنے مقاصد میں سرفہرست جگہ دی ہے اس جامعہ میں علوم عربیہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علاوہ جدید علوم کا بھی ایسا انتظام ہو تاکہ اس کے فارغ التحصیل قدیم و جدید کے بلند پایہ علوم ہوں گے۔

اس جامعہ کی تاسیس سے بطور خاص یہ بھی مقصد ہے کہ جماعت کے دینی مدارس کو ایک وحدت میں ضم کر دیا جائے اور نظام تعلیم میں ہم آہنگی کے ساتھ تعلیمی معیار کو بھی بلند کیا جائے۔

پھر اسی قسم کے خیالات کا اظہار صدر جمعیت نے کیا اور فرمایا:

> اصلاح مدارس کی کوششوں میں مایوسی کے بعد ہم نے "الجامعۃ السلفیہ" کے قیام کا فیصلہ کیا ہم چاہتے ہیں .... بلند کیا جائے اس کانفرنس میں جمعیت نے اپنے سیاسی مسلک کا بھی اعلان کیا اور ایک قرار داد کے ذریعہ ملک میں جمہوری نظام حکومت کی تائید کی اور اعلان کیا کہ جمعیت اہل حدیث کا مقصد پاکستان میں کتاب و سنت پر مبنی نظام حکومت کا قیام ہے۔ حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ غیر مبہم الفاظ میں اعلان کرے کہ آئندہ دستور کتاب و سنت پر مبنی ہو گا اور قرار داد کی روشنی میں مرتب کیا جائے گا۔

افتتاح جامعہ سلفیہ

اس کے بعد طے شدہ پروگرام کے مطابق ۱۹۵۶ء کو دارالعلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور کی بلڈنگ میں اولا جامعہ سلفیہ کے درجہ تخصیص کا افتتاح کر دیا گیا۔ اور معززین جماعت، علماء اور طلبہ کے ایک مختصر اجتماع میں یہ کارروائی عمل میں لائی گئی اس موقع پر بھی صدر جمعیت اور ناظم اعلی سلفی مرحوم نے نہایت جامع اور پر مغز خطابات فرمائے۔

۱۹۵۷ء کو جامعہ سلفیہ کو کلیۃً جامع مسجد امین پور بازار فیصل آباد میں منتقل کر دیا گیا۔ اس موقع پر ایک مجلس افتتاح منعقد ہوئی جس میں حضرت حافظ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محمد گوندلوی مرحوم نے صحیح بخاری کی پہلی حدیث کا درس دیا اساتذہ میں حافظ صاحب کے علاوہ مولانا شریف احمد پٹھان دیو بندی اور خاکسار کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ اس مجلس میں بھی علماء کرام اور بزرگان جماعت نے شرکت کی۔ صدر مرکزیہ اور ناظم اعلیٰ نے جامعہ سلفیہ کے مقاصد کی وضاحت کی اور اجتماع سے امید کی کہ اصحاب ثروت تعمیر کے سلسلہ میں تعاون فرمائیں گے۔

چنانچہ اصحاب ثروت اور مخیر حضرات نے ان بزرگوں کی آواز پر لبیک کہا اور اس مجلس میں میاں فضل حق سابق ناظم اعلیٰ جمعیت اور سابق صدر جامعہ سلفیہ کمیٹی نے ایک لاکھ اینٹ کی رقم ۴۳۰۰ روپے مولانا غزنوی مرحوم کے سامنے رکھ دی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس موقع پر صدر مرکزیہ مرحوم نہایت خوش ہوئے اور فرمایا:

"دیکھئے میاں فضل حق نے روپوں کا ڈھیر لگا دیا ہے اور دوسرے اصحاب خیر کو میاں فضل حق کی اقتداء کرنی چاہیے۔"

اور میاں صاحب کے لئے مولانا مرحوم نے خصوصی دعا فرمائی۔ مولانا عبید اللہ احرار نے الاعتصام میں اس عطیہ کا اعلان کیا اور جزاء اللہ خیر الجزاء کے روایتی الفاظ سے دعا دی۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان نے اپنے قیام کے ساتھ ساتھ ہی جن دس عزائم کا اعلان کیا تھا ان میں مرکزی درسگاہ' ایک عظیم الشان لائبریری' دار التصنیف اور سلفی حواشی کے ساتھ ایک قرآن مجید کی اشاعت کا منصوبہ بھی شامل تھا۔

قرآن مجید کی اشاعت کا منصوبہ تو جماعتی مشورہ کے مطابق راقم الحروف نے مکمل کیا اور شیخ محمد اشرف مرحوم نے اپنے ادارہ کی طرف سے شائع کیا۔ الجامعۃ السلفیہ کی موجودہ بلڈنگ میں لائبریری بھی امتیاز کے ساتھ مکمل ہو رہی ہے اور آج ایسی کتب موجود ہیں جو مختلف اسلامی علوم و فنون پر مشتمل ہیں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طلباء اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ۲۹ مارچ کو تقریب بخاری کے پر ہجوم اجتماع میں جامعہ سلفیہ کا سنگ بنیاد بھی رکھا گیا۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک دار التصنیف کا سیل بھی قائم کیا جائے تاکہ الجامعۃ السلفیہ کو علمی دنیا میں بھی کچھ مقام حاصل ہو۔

الجامعۃ السلفیہ کے قیام کے ساتھ اشاعۃ السنۃ کے نام سے ایک تالیفی ادارہ کی بنیاد بھی رکھی گئی تھی اور اس ادارہ نے ابتداء میں بعض ملکی کتب و رسائل کی اشاعت میں سرگرمی بھی دکھائی تھی۔ تاہم یہ ادارہ جماعت کے بعض علماء کے ذاتی مصالح کی نذر ہو گیا اور اس کی سرگرمیاں منجمد ہو کر رہ گئیں۔ ان گذارشات کے بعد میں اب الجامعۃ السلفیہ کے ارتقائی منازل کی طرف آتا ہوں اور الجامعۃ السلفیہ نے اپنی مختصر عمر میں تعلیمی اور تعمیری میدان میں جن سرگرمیوں کا مظاہرہ کیا وہ بے کم و کاست ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

۱۹۵۷ء میں جب الجامعۃ السلفیہ کو جامع اہل حدیث امین پور بازار فیصل آباد میں منتقل کیا گیا تو درجہ تخصیص کی بجائے اول تا آخر تمام کلاسوں کا اجراء عمل میں لایا گیا اور تدریسی فرائض سرانجام دینے کے لئے حضرت العلامہ حافظ محمد گوندلوی مرحوم کے علاوہ حضرت مولانا شریف اللہ اور راقم الحروف کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔

۱۹۵۸ء میں "الجامعۃ السلفیہ" اپنی اصل عمارت میں منتقل ہو گیا اور نظم و نسق کے لئے جامعہ سلفیہ میں کمیٹی عمل میں لائی گئی۔ جس کی مسلسل جد و جہد سے جامعہ نے ترقی کے منازل طے کرنا شروع کر دیئے۔ تقریبا ۱۹۶۰ء سے میاں فضل حق مرحوم جامعہ کمیٹی کے صدر بنے اور میاں صاحب نے شوق و ذوق سے جامع کے تعمیری اور تعلیمی منصوبوں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔

تعمیری منصوبوں میں حسن ڈائننگ ہال' مسجد اور رہائشی کمرے' دارالضیافۃ' کلاس رومز' فری ڈسپنسری' پوسٹ آفس' لائبریری ہال' اساتذہ کے مکانات اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاندار فیصل ہال حاضرین کے سامنے موجود ہے اور یہ جملہ تعمیرات میاں فضل حق صاحب سابق صدر جامعہ سلفیہ کمیٹی کی مسلسل جدوجہد کا نتیجہ ہے۔

تعلیمی حالت

الجامعہ السلفیہ میں تعلیمی امور کو منظم طریقے سے چلایا جا رہا ہے اور اسے سرانجام دینے کے لئے تین شعبے قائم کر دیئے گئے ہیں۔ یعنی شعبہ تحفیظ القرآن' شعبہ علوم اسلامیہ' شعبہ علوم عصریہ اور مدت تعلیم آٹھ سال ہے۔

مدینہ یونیورسٹی سے رابطہ

۱۹۵۶ء کو جب الجامعۃ السلفیہ کی تاسیس کی گئی تو اکابرین جماعت نے کوشش کی کہ سعودی عرب سے کسی محدث کی خدمات حاصل کی جائیں۔ چنانچہ نگاہ انتخاب علامہ البانی پر پڑی۔ علامہ موصوف کی تشریف آوری واقعی جامعہ کے لئے باعث فخر تھی تاہم بوجوہ یہ مہم کامیاب نہ ہو سکی۔ تاہم روابط باقاعدگی سے جاری رہے۔ میاں صاحب کے اس دور میں جامعہ سلفیہ کے نصاب کا مدینہ یونیورسٹی سے مبادلہ ہوا۔ جس کی رو سے جامعہ سلفیہ کے شعبہ علوم اسلامیہ کے تمام طلبہ مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ کے مجاز قرار پا گئے۔

الجامعہ سلفیہ کا امتیاز

پاکستان بھر میں سب سے پہلے الجامعہ السلفیہ کو یہ امتیازی مقام حاصل ہوا کہ المملکۃ العربیہ السعودیہ کی طرف سے تعلیم دینے کی لئے عرب اساتذہ تشریف لائے۔ گو بعد میں دوسرے مدارس کو یہ مراعات حاصل رہیں۔ اسی طرح مدینہ یونیورسٹی میں جامعہ سلفیہ کی طرف سے طلبہ نے داخلہ لینا شروع کر دیا۔ الغرض روابط بڑھتے رہے اور تدریجا مضبوط ہو رہے ہیں۔

© rasailojaraid.com